قرآن مجید اور اس کی حفاظت

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(۷)

از جناب مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

میں کہتا ہوں کہ سید آلوسیؒ نے یہ تقریر ترتیب توقیفی کی جوابدہی میں فرمائی ہے مگر احقر نے جو منشاء نزاع مقرر کیا ہے اس کے بعد یہ تقریر ترتیب اجتہادی مانکر بھی ہو سکتی ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ سور میں ترتیب محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مستفاد تھی اور غالباً حضرت عثمانؓ ان دو سورتوں میں یک گونہ الجھاؤ کی وجہ سے زبانی استفسار کے طالب تھے، سچ تو یہ ہے کہ ترتیبِ قرآنی کا جو بار حضرت عثمانؓ کے سر پر تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو شاید حضرت عثمانؓ کو اس طرف توجہ بھی نہ ہوتی اور جس طرح قرآن اس عہد تک دن رات مسجدوں اور محفلوں میں پڑھا جاتا تھا اس وقت بھی پڑھا جاتا مگر تالیف کی ذمہ داری نے مجبور کر دیا تھا، کہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا جائے۔ اگر درحقیقت حضرت عثمانؓ کا یہ اپنا فعل معروف ترتیب کے خلاف ہوتا تو کم ازکم وہ جماعت جو شہادت کے لئے آخر چڑھی تھی اپنے اعتراضات کی فہرست میں سب سے پہلے اس کا ذکر کرتی، ہاں اختلافِ احرف کا البتہ ذکر آیا ہے جس کی داستان آئندہ سنئے گا۔

بہر حال ہمارے نزدیک یہاں بھی یہ ساری بحث اسی نقطہ پر دائر ہے، کہ جو ترتیب معروف تھی وہ محض عمل سے مستفاد تھی اور ان سورتوں میں کچھ امور ایسے در پیش آگئے تھے جن کے متعلق حضرت عثمانؓ کی تمنا یہ تھی کہ کاش اس کو زبانی طے کر لیا جاتا اسی لئے حسرت کے لہجہ میں فرماتے ہیں کہ فقبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولم یبین لنا انھا منھا۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اس جملے میں اسی بیان اور قول ہی کی تمنا تو ہے اب جس نے فعلی ترتیب کو کافی سمجھا اس نے اسی ترتیب کو قائم رکھا۔ اور جس کے کاندھوں پر تالیف کا بوجھ تھا اسے بہت سے شکوک نے آگھیرا مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب سوائے تمناؤں کے اور کیا رہ گیا تھا۔ ع وکم حسرات فی بطون المقابر۔

الحاصل یہ سمجھنا کہ فعلی ترتیب اجتہاد کا دروازہ بند کرتی ہے صحیح نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حسب بیان قرطبی امام مالکؒ فرماتے ہیں انما ألف القراٰن علی ما کانوا یسمعونہ۔ مگر بایں ہمہ پھر شیخ جلال الدین السیوطی نے ان کا مذہب یہ نقل فرمایا کہ ترتیب سوران کے نزدیک اجتہادی تھی لہذا صاحب الروح کی ساری تقریر ہمارے مختار پر بھی کی جاسکتی ہے بلکہ اس صورت میں اور زیادہ دلچسپ ہو جاتی ہے

اختلافِ احرف مضمون کا تسلسل اس کا مقتضی تھا کہ اب میں آپ کے سامنے دورِ صدیقی اور اس کے بعد کے ادوار میں قرآنِ کریم کی حفاظت کا کچھ حال لکھتا مگر مصالح کی بنا پر اس سے پہلے ایک اور اہم بحث شروع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ عہدِ نبوۃ کے قرآنِ کریم میں احرف کا جو اختلاف منقول ہے اس کی بھی تشریح کر دی جائے چونکہ اس سے قبل میں اختلاف ترتیب آیات و سور کی بحث شروع کر چکا ہوں اس لئے اگر اسی ضمن میں اختلاف احرف کی بحث کا فیصلہ بھی کر دیا جائے تو زیادہ بے محل نہیں ہے، علاوہ ازیں عہدِ خلفا میں قرآنِ کریم کی نوعیت پر آج سے پہلے بھی بہت سے قلم اٹھ چکے ہیں اور غالباً اس موضوع پر سیر حاصل بحثیں کی جا چکی ہیں مگر میرا جہاں تک علمِ ناقص ہے اختلاف احرف کے عنوان پر ابھی تک اردو میں تو کیا عربی میں بھی کوئی تشفی بخش بحث دیکھنے میں نہیں آئی، شارحینِ حدیث کے علاوہ ابنِ جریر طبری، امام قرطبی۔ امام طحاوی اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ اور ان کے دیگر اقران و امثال نے اس پر مستقل مقالات سپرد قلم کئے ہیں۔ کتاب الابریز میں بھی اسی مضمون پر ایک بسیط مقالہ نظر سے گذرا مگر وہ ہماری فہم سے بالاتر تھا اور اس کا جو حصہ قابلِ فہم بھی تھا وہ اردو ماہنامہ کے مطالعہ کرنے والے اصحاب کے تحمل سے بالاتر تھا، اس لئے ہم اس کا کوئی اقتباس اس جگہ

درج کرنے سے معذور ہیں، ہم سے جہانتک ہو سکا اس سلسلہ میں بقدر ہمت وفرصت جدوجہد کی شاید کہ شاہد مقصود نظر آجائے مگر جس قدر غور وخوض کیا گیا اسی قدر جہل کا عالم اور وسیع ہوتا گیا۔ اسی محرومی وتحیر میں ایک تنہا میں ہی مبتلا نہیں ہوں بلکہ مجھ سے قبل بعض کبار علماء بھی میرے ہمنوا نظر آتے ہیں حتیٰ کہ ابوجعفر محمد بن سعدان نحوی تو یہ تحریر فرما گئے ہیں کہ یہ حدیث ان مشکلات میں سے ہے جس کے حل کی اب امید بھی نہیں[1]۔ امام قرطبی مقدمہ تفسیر[2] پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کی شرح میں ۳۵ اقوال نقل فرمائے ہیں۔ حافظ ابن حجر[3] فرماتے ہیں کہ یہ اقوال صحیح ابن حبان کے تتبع کے باوجود میری نظر کہیں نہیں گذرے مگر شیخ جلال الدین سیوطی[4] نے اُن اقوال کو بالتفصیل ذکر فرمایا ہے اس لئے حسب بیان امام قرطبی اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ شروح ابن حبان کے کلام میں ضرور موجود ہیں۔ ایک طرف ابوجعفر محمد بن سعدان نحوی کا مایوس کن بیان ہمارے سامنے ہے دوسری طرف ابن حبان کی ۳۵ شروح کا ذخیرہ پیشِ نظر ہے بار بار اُن پر غور کرتا ہوں اور آخر کار یہ کہکر اٹھ کھڑا ہوتا ہوں کہ ؎ شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا

اس لئے ضروری اور بہت ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں اولاً آٹھ کبار علماء کے جو چیدہ اقوال ہماری نظر سے گذرے ہیں ان کو ذکر کیا جائے پھر ان کی روشنی میں جہانتک ہماری عقلِ نارسا کی رسائی ہوسکی ہے اس کو بھی ہدیۂ ناظرین کردیا جائے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ ان اوراق میں اس بحث کو میں نے آخر تک پہنچا دیا ہے مگر بفضلہ تعالیٰ یہ بوثوق کہا جاسکتا ہے کہ اس بحث کے مطالعہ کے بعد جس قدر اقوال وشروح کا انتشار تھا وہ ختم ہو جاتا ہے، اور ایک فہیم انسان کو موقعہ ہاتھ آسکتا ہے کہ وہ کم ازکم اپنے اطمینانِ قلب کے لئے کوئی فیصلہ کرسکے، جہاں کبار علماء کا معرکہ ہو وہاں اپنے خیال کو فیصلہ کن کہنا ایک علمی جرأت ہے لیکن جہانتک اپنی سعی وفہم کا تعلق ہے اس کا نتیجہ آپ کے سامنے رکھدینا علمی فرضِ منصبی ہے۔ اب فضلاء کو اختیار ہے کہ اسے ردّ وقبول کے بعد

---

[1] قسطلانی ج ۷ ص ۴۵۲

[2] قرطبی ص ۳۶

[3] فتح الباری ج ۹ ص ۱۸

[4] اتقان ج ۱ ص ۴۶

وہ کوئی اور قدم آگے بڑھائیں اور امانت و دیانت کے ساتھ اس حدیث کی شرح ٹھکانے لگائیں۔ وفوق کل ذی علم علیم۔

انزل القرآن علی سبعۃ احرف | الفاظ مذکورہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہیں جن کو حسب بیان شیخ جلال الدین سیوطیؒ اکیس صحابہ نے روایت فرمایا ہے[1] مسند ابو یعلی میں روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین عثمانؓ نے منبر پر اس حدیث کے متعلق حاضرین سے دریافت فرمایا تو سب نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور آخر میں خود امیر المومنین نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی[2]۔ حتیٰ کہ امام ابو عبید کا تو یہ خیال ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے[3] مگر افسوس ہے کہ جس قدر یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی تھی اسی قدر کثرت شروح کے باعث مبہم ہوگئی ہے۔

سب سے پہلے یہ تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ ابن حبان کی ذکر کردہ سب شروح اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو موضوع بحث بنایا جائے بلکہ تھوڑے غور سے اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ ان میں سے بہت شروح صرف تعبیری اور اعتباری فروق کو مستقل حیثیت دیدینے سے پیدا ہوگئی ہیں جس سے سوائے ذہنی انتشار کے کوئی حاصل نہیں ہوتا اس لئے ایک مفکر دماغ کو چاہئے کہ وہ ہر شرح کو ایک مستقل شرح سمجھنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اصل مغز پر نظر رکھے۔

شیخ جلال الدین سیوطی[4] نے بھی ان شروح کے متعلق بعض علماء کے یہ کلمات نقل فرمائے ہیں۔

ھذہ الوجوہ اکثرھا متداخلۃ ولا أدری مستندھا۔ یعنی یہ کہ یہ اقوال اکثر ایک دوسرے میں درج ہیں اور ہمیں نہیں معلوم کہ ان کا متمسک کیا ہے۔

دوم یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اقوال کی یہ کثرت اختلاف سلف کا ثمرہ نہیں بلکہ لفظی احتمالات

---

[1] ابیؓ بن کعب۔ انسؓ۔ حذیفہؓ۔ زیدؓ بن ارقم۔ سمرہؓ۔ سلمانؓ بن صرد۔ ابنؓ عباس۔ ابن مسعودؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف عثمانؓ۔ عمرؓ۔ عمروؓ بن ابی سلمہ۔ عمروؓ بن العاص۔ معاذؓ۔ ہشامؓ بن حکیم۔ ابو بکرہؓ۔ ابو جہمؓ۔ ابو سعیدؓ خدری۔ ابو طلحہؓ ابو ہریرہؓ۔ ابو ایوبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (اتقان ج ۱ ص ۴۶ و ۴۷)

[2] و [3] اتقان ج ۱ ص ۴۷ [4] اتقان ج ۱ ص ۵۱۔

اور قوتِ فکر یہ کے نفاذ کا نتیجہ ہیں حتی کہ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں نہ کوئی نص ہے اور نہ اثر۔

حافظ منذری تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر ناپسندیدہ ہیں[1]

حافظ ابن حجرؒ[2] نے بھی ان اقوال کو مستقل حیثیت دینے سے ذرا پہلو تہی فرمائی ہے اور غالبًا اسی لئے یہ تحریر فرما گئے ہیں کہ یہ اقوال ہم کو صحیح ابن حبان میں نہیں ملے۔ بہرحال ان کے مطالعہ میں چونکہ یہ اقوال نہیں آسکے خواہ اس کے اسباب کچھ بھی ہوں، اس لئے اس بارے میں یہ پتہ دینا بھی مفید تھا کہ یہ اقوال کثیرہ جس کی طرف منسوب ہیں اس کی کتاب میں نہیں ہیں اس لئے ہم بھی ان ۳۵ اقوال کو نقل نہیں کریں گے بلکہ صرف ان اقوال پر اکتفا کریں گے جن کو امام قرطبی نے اپنے مقدمۂ تفسیر میں منتخب فرمایا ہے اور ان ہی پر ہماری بحث مقصود رہیگی۔ ہم کسی جرح وقدح سے قبل یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کے چند سیاق کتبِ معتبرہ سے نقل کرکے آپ کے سامنے رکھدیں تاکہ آپ اُن پر غور کرنے کے بعد ان شروح کے خطاؤ صواب کا جلد تر فیصلہ کرسکیں۔

عن ابی بن کعب ان جبرئیل لقی	ابی بن کعب سے روایت ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو عند	نے اُضاۃ بنی غفار[3] کے پاس نبی کریمؐ سے ملاقات کی
بنی أضاۃ بنی غفار فقال ان اللہ	اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو امر فرماتا ہے کہ اپنی امت
یأمرک ان تقرأ امتک القرآن	کو قرآن کریم ایک حرف پر پڑھائیے آپ نے فرمایا
علی حرفٍ فقال أسأل اللہ	کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت اور عافیت چاہتا
معافتہ ومغفرتہ فان امتی	ہوں کیونکہ میری امت صرف ایک حرف پر پڑھنے
لا تطیق ذلک الخ	کی طاقت نہیں رکھتی۔

---

[1] قسطلانی ج ۷ ص ۴۵۲ - [2] فتح الباری ج ۹ ص ۲۱ - [3] أضاۃ بفتح الہمزہ مدینہ طیبہ میں ایک پانی کا نام تھا چونکہ بنی غفار قبیلہ اس پانی پر اترا تھا لہذا اس کو اضاۃ بنی غفار کہا جانے لگا۔ محشی قرطبی نے غالبًا یہاں موضع بمکہ لکھا ہے۔

(۲) عن ابی بن کعب قال لقی	ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرئیل علیہ السلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل	سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں ایک ایسی امت کی
فقال یا جبرئیل انی بعثت الی امة	طرف مبعوث ہوا ہوں جو اُمّی ہے جن میں بوڑھی عورتیں اور بوڑھے
امیین منهم العجوز والشیخ الکبیر	مرد بھی ہیں بچے اور لڑکیاں اور ایسے اشخاص بھی ہیں جنہوں نے
والغلام والجاریة والرجل الذی لم	کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی (تو اگر قرآن صرف ایک طور پر ہی
یقرأ کتابا قط۔ قال یا محمد ان القرآن	پڑھنا ضروری ہو تو یہ امی لوگ اس کی ادائیگی پر قادر
انزل علی سبعة احرف۔	نہ ہوں گے) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن سات احرف
(۳) قال ابن شہاب بلغنی ان تلک	ابن شہاب تابعی فرماتے ہیں کہ مجھکو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سبعہ
السبعة الأحرف انما هی فی الامر	احرف حکم میں سب برابر ہیں، ان میں حلت و حرمت کا
الذی یکون واحدا لا یختلف	کوئی اختلاف نہیں۔ یعنی ان سب احرف میں مسئلہ
فی حلال ولا حرام۔	کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔
(۴) عن عمرو بن دینار قال قال النبی	عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وسلم نزل القرآن علی	فرمایا کہ قرآن کریم سات اُحرف پر نازل ہوا ہے جس
سبعة احرف کلها شاف کاف۔	میں سے ہر ہر حرف کافی و شافی ہے۔
(۵) ان المسور بن مخرمة وعبد الرحمن	حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ہشام بن حکیم کو
بن عبد القاری حدثاہ انهما سمعا	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوۃ میں سورۃ الفرقان پڑھتے
عمر بن الخطاب یقول سمعت هشام	ہوئے سنا میں نے جو کان لگایا تو دیکھا کہ وہ کئی طرح سے
بن حکیم یقرأ سورة الفرقان فی حیوة	پڑھتے ہیں جن کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پڑھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تھا۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے نماز ختم کرنے کی ان کو

فاستمعت لقراءته فاذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرئنيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فكدت أساوره في الصلوة فتصبرت حتى سلم فلببته بردائه فقلت من اقرأك هذه السورة التي سمعتك تقرأ قال أقرأنيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت كذبت فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أقرأنيها على غير ما قرأت فانطلقت به أقوده الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت انى سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسله اقرأ يا هشام فقرأ عليه القراءة التي سمعته يقرأ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك انزلت ثم قال اقرأ يا عمر فقرأت القراءة التي أقرأني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك انزلت ان هذا القرآن انزل على سبعة أحرف فاقرؤا ما تيسر منه۔

ان کو مہلت دی بعد میں اس زمانہ کے دستور کے مطابق مجرم کی طرح اپنی چادر ان کے گلے میں ڈالی اور کہا کہ جو قرآن تم پڑھ رہے تھے یہ تم کو کس نے سکھائی انھوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ اس سورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی پڑھایا ہے مگر اس طرح نہیں جیسا کہ تم نے پڑھا لہذا میں ان کو کھینچتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور میں نے کہا کہ یہ شخص کچھ ایسے طریقوں سے پڑھتا ہے کہ جو آپ نے مجھ کو نہیں پڑھائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پھر ہشام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے ہشام پڑھو تو، انھوں نے وہی قرأت جو میرے سامنے پڑھی تھی پڑھی، سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح قرآن اترا ہے۔

پھر مجھ سے پڑھنے کو فرمایا۔ میں نے وہی قراۃ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی پڑھکر سنادی اس پر بھی یہی فرمایا کہ قرآن اسی طرح نازل ہوا ہے، اور فرمایا کہ قرآن سات احرف پر نازل ہوا ہے جس کو جو آسان ہو اسی طرح وہ پڑھ لے۔

حافظ ابن حجرؒ نے عمر فاروقؓ اور ہشامؓ کے اس نزاع کے مشابہ پانچ واقعات جو اسی طرح

صاحبِ نبوت کے سامنے پیش ہوئے اور سب کے جواب میں یہی ارشاد فرمائی گئی ہے تحریر کئے ہیں۔ ابن جریر طبری نے بھی بالتفصیل اسانید کے ساتھ ان کو نقل کیا ہے۔ ان واقعات سے ضمناً یہ پتہ چل سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ اور بالخصوص عمر فاروقؓ تحفظِ قرآن کے متعلق کیا جذبات رکھتے تھے۔

ان پانچ قرائن کے علاوہ ایک اور سیاق ہے جو ابن جریر طبری نے بہت بسط و شرح کے ساتھ مقدمۂ تفسیر میں لکھا ہے مگر ہم نے بغرضِ اختصار صرف ان پانچ ہی پر کفایت کی ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو نتائج ان سے برآمد ہو سکتے ہیں پہلے وہ ہم آپ کے سامنے پیش کر دیں اس کے بعد جو بہترین اقوال اس حدیث کی شرح میں ہیں اس کو نمبروار نقل کر دیں۔

شرح حدیث میں مختلف اقوال (۱) پہلی دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ تخفیف کی درخواست اس لئے کی گئی تھی کہ لوگ ابتداءً قرآنی زبان سے آشنا نہ تھے اگر ان کو ایک لب و لہجہ کے ساتھ قرارت کا مکلف بنایا جاتا تو تلاوت قرآن شریف کا باب ہی مسدود ہو جاتا اور کم از کم دشواری سے خالی تو نہ تھا اس لئے یہ سہولت فرما دی گئی کہ جس کو جو حرف آسان ہو وہ اُس حرف کی قرأت کرے اور اس توسیع کا دائرہ سات احرف تک وسیع کر دیا گیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے[1] لفظ اُضاۃ بنی غفار سے یہ سمجھا ہے کہ تخفیف بعد الہجرۃ نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حدیث نمبر اول سے ظاہر ہے کہ یہ درخواست مقام اُضاۃ میں پیش ہوئی اور اس جگہ منظور بھی ہو گئی اور یہ مقام مدینہ طیبہ میں ہی واقع ہے۔ لہذا متعین ہو گیا کہ نزولِ تخفیف کی تاریخ بعد الہجرۃ ہی ہو سکتی ہے۔[2]

(۳) تیسری حدیث سے ظاہر ہے کہ ان احرف میں اختلاف صرف لفظی تھا معنوی کوئی اختلاف نہ تھا

---

[1] فتح الباری ج ۹ ص ۲۲۔

[2] قرطبی کے محشی نے مقامِ اُضاۃ کو سرف سے پہلے مکہ مکرمہ کے قریب لکھا ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر حافظ ابن حجرؒ کا یہ استنباط زیر غور ہوگا۔ ہمیں اس وقت اس سے غرض نہیں ہے کہ اس نام کا کوئی مقام سرف سے پہلے ہے یا نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ اگر کوئی مقام سرف سے پہلے ہے بھی تو کیا حدیث میں یہی مقام مراد ہو سکتا ہے؟

اسی وجہ سے ابنِ شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ان احرف میں حلال وحرام کا اختلاف نہ تھا۔

(۴) چوتھی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر حرف ان سات احرف میں سے اپنی مراد میں کافی تھا اور فہم مراد یا استنباط احکام میں ایک دوسرے کا محتاج نہ تھا، یہاں قارئین کرام ذرا غور فرمائیں کہ جب ان سبعہ احرف میں معنی کے لحاظ سے کچھ تضاد نہ ہو اور ہر حرف اپنی اپنی مراد میں مستقل ہو تو پھر عثمانؓ کا کسی اسلامی مصلحت کے پیش نظر ایسے حرف کا پابند بنا دینا جس پر کہ قرآن قبل از تخفیف نازل ہوا تھا کس اعتراض کا موجب بن سکتا ہے؟

(۵) حضرت عمرؓ وحضرت ہشامؓ کے مکالمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان احرف سبعہ کی قرأت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر منتہی تھی یعنی ہر شخص بطور خود جو چاہے اپنی طرف سے پڑھ لینے کا مختار نہ تھا بلکہ حضرت رسالت سے جس طور پر اور جس حرف میں اس کو تعلیم دی جاتی اسی حرف کا وہ اپنی زندگی میں پابند رہتا تھا۔

لفظ احرف سے کیا مراد ہے ان مجمل تنبیہات کے بعد لفظ احرف کی تشریح کی جاتی ہے۔ علامہ سیوطیؒ[۵۱] نے ابن سعدان نحوی سے حرف کے چار معنی نقل کئے ہیں۔

۱۔ حرف الهجاء۔ ۲۔ کلمۃ ۳۔ معنی ۴۔ جہۃ۔ دراصل حرف کے معنی لغت میں طرف کے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے حرف الجبل کہا جاتا ہے یعنی طرف الجبل۔ حروف ہجاء کو بھی حرف اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک طرف میں واقع ہوتے ہیں۔ ابن جریرؒ[۵۲] فرماتے ہیں کہ احرف کے معنی قرأت کے بھی آتے ہیں۔ وکذا تقول العرب لقراءة الرجل حرف۔

سید محمد علی ببلاوی نے اپنے رسالہ[۵۳] میں حرف کے معنی تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ احرف قرآن قرأت کے ان مخصوص اطوار ادا، اور ان ہیات وکیفیات مخصوصہ کا نام ہے جن پر کہ وہ کلمہ صاحب نبوت کی لسان مبارک سے سموع ہوا

امام قرطبی اور شرح حدیث حرف کے معانی سننے کے بعد اب امام قرطبی کے وہ پانچ اقوال سنئے جو اس حدیث کی شرح میں انھوں نے ذکر فرمائے ہیں۔

---

۵۱ اتقان ج ۱ ص ۴۷۔ ۵۲ مقدمہ تفسیر ص ۱۷ ۵۳ التعریف بالنبی والقرآن الشریف ص ۶۱ ۔

(۱) سفیان بن عینیہ، ابن جریر، ابن وہب اور امام طحاوی اور بقول ابن عبد البر اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ احرف سبعہ میں تخفیف کا مطلب یہ تھا کہ معانی متقاربہ کو الفاظ مختلفہ سے ادا کرنا۔ مثال کی طور پر یوں سمجھے کہ یا موسیٰ اقبل ولا تخف کو بجائے اقبل کے تعال ولا تخف یا ھلم۔ عجل۔ اسرع ولا تخف سب پڑھا جا سکتا تھا کیونکہ یہ سب الفاظ متقارب المعنیٰ ہیں لہٰذا اس کی اجازت دیدی گئی تھی کہ ان لفظوں میں سے جس کو جو ادا کرنا آسان ہو اس طرح وہ پڑھ لے۔ اس کی تائید عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو سیوطیؒ نے فضائل ابی عبید سے نقل کیا ہے[۱] کہ انھوں نے ایک شخص کو ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم پڑھایا تو اس کی زبان سے لفظ الاثیم ادا نہ ہو سکا اور بجائے الاثیم کے یتیم پڑھنے لگا اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا تم بجائے الاثیم کے الفاجر (جو اس کے ہم معنی ہے) پڑھ سکتے ہو اس نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ اچھا تو یونہی پڑھ لو۔

امام طحاویؒ نے اسی قول کی تائید میں ابوبکرۃ صحابی سے ایک اور حدیث نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرارت کی یہ توسیع اس حد تک جائز تھی جہاں تک کہ اصل مضمون کی بالکل تبدیلی نہ ہو جائے یعنی آیت رحمت کی جگہ آیتِ عذاب اور آیتِ عذاب کی جگہ آیتِ رحمت نہ بن جائے۔ اسی لئے ابی بن کعبؓ سے منقول ہے کہ وہ للذین آمنوا انظرونا میں انظرونا کی بجائے امھلونا۔ اخبرونا۔ ارقبونا بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح کلما اضاء لھم مشوا فیہ میں مشوا فیہ کی بجائے سعوا فیہ پڑھنا بھی جائز سمجھتے تھے ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی۔

علامہ سیوطیؒ[۲] ابن عبد البر سے اس قول کی تفصیل یہ نقل فرماتے ہیں کہ احرف قرآنی جن پر قرآنِ کریم نازل ہوا ہے ان میں صرف لفظی فرق ہے یہ نہیں کہ ایک حرف میں ایک معنی اور دوسرے حرف میں اس کی ضد ہو جیسا کہ رحمت کی ضد عذاب اور عذاب کی رحمت۔ کیونکہ اس تغیر سے تو آیت کا مضمون ہی بدل جاتا ہے اور ایک آیت کی بجائے دوسری آیت بن جاتی ہے اسے تخفیف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تخفیف کا مطلب تو یہ تھا کہ جس آیت کے متعلق قرارت کا امر ہو اس کی قرارت میں کوئی تخفیف پیدا کی جاوے نہ یہ کہ اس آیت ہی کو سرے سے بدل

---

[۱] و [۲] اتقان ج ۱ ص ۴۸

دیا جائے لہذا تاوقتیکہ آیت کے مضمون میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ جو لفظی ترمیم مرادف کی جگہ مرادف رکھکر ہو سکتی ہے وہ سب قابلِ برداشت ہوگی۔

تنقیحات | (الف) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ نزولِ قرآنی کسی ایک حرف پر ہوا تھا جس کو اصل سمجھا جاتا ہے بقیہ احرف کی توسیع بعد رخصت تھی۔

(ب) ایک مرادف کی دوسرے مرادف سے ترمیم اس وقت برداشت کی جاتی تھی جبکہ اصل لغت کی ادائیگی میں کوئی خاص دشواری ہو جیسا کہ لفظ اثیم ادا نہ ہو سکنے کی صورت میں فاجر کی اجازت دی گئی۔

امام طحاوی کی پیش کردہ روایات سے یہ دائرہ کچھ اور زیادہ وسیع نظر آتا ہے جس پر آئندہ گفتگو ہوگی۔

(ج) اس بنا پر لفظ انزل مجاز پر محمول ہوگا کیونکہ جس لغت پر قرآن نازل ہوا تھا وہ صرف لغت قریش تھی مگر چونکہ سات احرف کی توسیع بھی صاحبِ نبوت کی زبانی حاصل ہوئی تھی گو قرآن کا نزول اس توسیع پر سہی مگر جب اس کی اجازت خود صاحبِ نبوت سے مل گئی تو اب اس کی قرارت مثل نازل شدہ لغت کے جائز ہوگئی لہذا اس کو بھی لفظِ انزل سے تعبیر کیا گیا۔

(د) اس شرح پر ے کا عدد بظاہر تحدید کے لئے نہیں ہو سکتا بلکہ تکثر کے لئے ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب تک معنی میں ترمیم نہ ہو اس وقت تک ایک لفظ دوسرے لفظ کے بجائے پڑھا جا سکتا ہے خواہ یہ ترمیم سات تک ہو یا زیادہ تک۔

چنانچہ حافظ ابن حجر زیرِ شرح انزل القرآن فرماتے ہیں[۱]۔ ولفظ السبعة یطلق علی ارادة الکثرة فی الآحاد کما یطلق السبعون فی العشرات والسبعمائة فی المئین ولا یراد العدد المعین۔ یعنی اکائیوں میں سات اور دہائیوں میں ستر اور سینکڑے میں سات سو کا عدد صرف کثرت کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس وقت اس کے معنے عدد معین کے نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ وذکر سبع برائے کثرت است نہ برائے تحدید۔[۲]

---

[۱] فتح الباری ج ۹ ص ۱۸۔ [۲] مصفیٰ ترجمہ موطا مالک ص ۱۹۱۔

گو ان اکابر محققین کی رائے اس طرف ہے کہ یہاں یہ لفظ تکثیر کے لئے ہے مگر کیا کیجئے کہ میرا دل کسی وقت بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ نظم قرآنی میں کسی صورت اتنی توسیع متحمل ہو کہ ہر شخص حسب دلخواہ تلاوت کرنے کا مجاز ہو سکے۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔ احقر یہ سمجھتا ہے کہ یہ توسیع سات میں منحصر تھی وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر گویا اس کا مسموع ہونا بھی شرط تھا اور اسی وجہ سے ان توسیعات کو نازل شدہ کہنا درست ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک جو کچھ حافظ ابن حجرؒ نے لفظ سبع کے متعلق لکھا ہے [۱] اگر اس کی بھی رعایت کی جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور کہدیا جائے کہ سبع کے عدد میں اگر ایک طرف تعیین ہے تو دوسری طرف کثرت کے معنی بھی اس میں موجود ہیں اور مطلب یہ ہے کہ سات عدد تک توسیع کر دینا بہت زیادہ توسیع ہے ظاہر ہے کہ جہاں نزولِ لغت قریش پر ہوا اس جگہ اس نازل شدہ لغت کے علاوہ چھ لغت تک توسیع کر دینا کم توسیع نہیں۔ اس لئے اس عدد میں کثرت کے معنی بھی ملحوظ رہ سکتے ہیں۔

ابن جریر طبریؒ نے حضرت ابیؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے وہ ہمارے اس بیان کی مؤید ہے ثم قال ان الملکین أتیانی فقال اقرأ القرآن علی حرف وقال الآخر زدہ قال فقلت زدنی قال اقرأ علی حرفین حتی بلغ سبعۃ أحرف فقال اقرأ علی سبعۃ احرف۔ اس روایت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عدد توسیع شدہ سات پر ختم ہو گیا تھا۔ علامہ سیوطی [۲] حضرت ابو بکرۃؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب توسیع سات احرف تک مل گئی تو میں نے میکائیل کی طرف دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ رخصت سات ہی عدد تک تھی، ان کے سوا شیخ سیوطیؒ نے اور روایات بھی اسی مضمون کی پیش کی ہیں اور ان سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سبعہ سے مراد عدد معین ہی ہے اور صرف تکثیر مراد نہیں۔

اب ایک سوال یہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اگر عدد سبع کا تحدید کے لئے ہے تو پھر اس عدد میں انحصار کی کیا وجہ ہے یہ توسیع اس عدد سے کم و بیش کیوں نہ ہوئی۔ اولاً تو یہ سوال ہی لغو ہے ظاہر ہے کہ توسیع کے لئے جو عدد

---

[۱] مقدمہ تفسیر ص ۱۱۔ [۲] اتقان ج ۱ ص ۴۷

بھی فرض کیا جاوے یہ سوال وہاں بھی وارد ہو سکتا ہے اور اگر خدائی احکام کے لئے نکتہ بیان کرنا ہمارے فرائض میں ہو تو ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ عدد سبع میں کثرت کے معنی یہی ہیں گویا سات احرف تک توسیع بہت توسیع ہوگی مگر ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ اس کثرت کا مطلب ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے کہ سات کا عدد کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا صرف تکثیر مراد ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ کثرت سات کے عدد میں منحصر رہیگی۔ ہمارے نزدیک سات احرف کو بہت توسیع کہہ دینا کچھ مستبعد نہیں ہے۔

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں[۱] وکانہ انتھی عند السبع لعلمہ انہ لا یحتاج لفظۃ من الفاظہ الی اکثر من ذلک العدد غالباً۔ یعنی آپ نے توسیع کی درخواست صرف سات تک اس لئے فرمائی کیونکہ آپ کو یہ اندازہ تھا کہ اکثر الفاظ میں اس سے زیادہ توسیع کی حاجت نہ ہوگی اور اتنی توسیع بہت کافی ہوگی۔

رہی یہ بحث کہ اس توسیع میں اختیار عوام کے ہاتھ میں تھا یا سمع پر موقوف تھا تو احقر کے خیالِ ناقص میں ارجح یہی ہے کہ اس کو سمع پر موقوف رکھا جائے۔ امام قرطبی نے اس پر ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا خلاصہ ہم اپنی زبان میں معہ ایضاح ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

امام فرماتے ہیں کہ اس توسیع کا یہ مقصد نہیں تھا کہ تبدیل مرادفات کا یہ حق صحابہ کرام کے سپرد کر دیا گیا تھا کہ جس کا جو جی چاہے وہ باختیار خود جو چاہے پڑھ لیا کرے کیونکہ یہ تو اعجاز قرآنی کے بالکل خلاف ہے اور نہ اس تقدیر پر حفاظتِ قرآنی کا کچھ مطلب رہتا ہے لہذا ضروری ہے کہ جو تبدیلی بھی ہو وہ شارع علیہ السلام پر منتہی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ امام قرطبی کی یہ دقتِ نظر قابل داد ہے کہ اعجازِ قرآنی کو انھوں نے صرف ہیئات ترکیبہ میں منحصر نہیں سمجھا بلکہ مفردات قرآنیہ میں بھی اعجاز سمجھا ہے۔ بلاشبہ اعجاز کی جو رفعت مفردات و مرکبات ہر دو میں تسلیم کرنے سے پیدا ہوتی ہے وہ صرف مرکبات میں اعجاز رکھنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔

ہمارے شیخ امام العصر سید محمد انور شاہ قدس سرہ کا مسلک بھی یہی تھا کہ نظم قرآنی میں کسی جگہ بھی ایک لفظ

---

[۱] فتح الباری ج ۹ ص ۲۲۔

دوسرے لفظ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو آیات و سورکہ غیر منسوخ التلاوت ہیں وہ بابِ بلاغت میں منسوخ آیات سے کچھ ممتاز نظر آتی ہیں۔ دیوبند کے ایک مشہور ادیب اور فاضل بزرگ یعنی حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب مرحوم، مترجم متنبی و حماسہ کا مقولہ ہمیں بالواسطہ پہنچا ہے جو ان کی ادبی مہارت اور قرآنی دلچسپی پر دلالت کرتا ہے فرماتے تھے کہ لغت عرب میں جس قدر بہترین الفاظ تھے ان کو قرآنِ کریم نے منتخب فرما کر استعمال فرما لیا ہے اس کے سوا جو بچا ہے وہ سب فضلہ ہی فضلہ رہ گیا ہے گویا لغت عرب کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

اندازہ فرمایئے کہ جب بلغاء کے کلام کی صرف زینت ہی زینت سے کسی کلام کی تالیف ہوئی ہوگی تو پھر اس کی تزئین کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ کسی قصیدہ میں صرف دو چار چیدہ اشعار ہونے سے جب سارا قصیدہ مزین کہا جا سکتا ہے اور اگر کسی عبارت کے چند فقرات کی روانی سے اس عبارت کو رشیق سمجھا جا سکتا ہے تو اس کلام کا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس کا ہر ہر حرف موتی اور ہر ہر فقرہ مرصع ہو، ناممکن اور قطعًا ناممکن ہوگا کہ کلامِ بشر اس کا مقابلہ کر سکے، امام قرطبی کے لئے ہمارے دل سے دعائیں نکلتی ہیں جنھوں نے ہمیں قرآنِ کریم کے ایک بابِ اعجاز کی طرف راہ نمائی فرمائی جس کو حضرت استاذ مرحوم نے اپنی درس میں بارہا بیان فرمایا ہے اگر ہمیں اپنے موضوع سے دور چلے جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم امثلہ سے اس کی پوری ایضاح کرتے۔ کتب میں ابھی نفس ترادف کے وقوع پر گفتگو ہو رہی ہے ایک محقق جماعت نفس ترادف ہی کی منکر ہے گو اس کا دعویٰ بظاہر بعید نظر آتا ہی مگر درحقیقت بڑے ذوق پر مبنی ہے اور دوسری جماعت گو ترادف کا اقرار کرتی ہو مگر یہ بحث اس میں بھی جاری ہے کہ کیا ایک مرادف کو دوسرے مرادف کے قائم مقام مطلقًا رکھا جا سکتا ہے؟ جب یہ گفتگو کلامِ بشر میں جاری ہے تو خالق بشر کے کلام میں یہ توسیع کہاں تک مناسب ہوگی۔ قابلِ غور ہے۔ اسی لئے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس توسیع کا مطلب صرف اسیقدر تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جیسا مناسب سمجھیں حسب ضرورت سات اُحرف تک تعلیم دے سکتے تھے اسی لئے حضرت عمرؓ نے اقرأنیھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا تھا اور اسی وجہ سے آپ نے بھی دونوں صحابہؓ کی قرأت سنکر ھکذا اُقرأنی جبرئیل

فرمایا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ جو توسیع صحابہ کرامؓ کو مرحمت ہوئی تھی جیسا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی تھی اسی طرح جبرئیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا اب لفظ انزل اپنی حقیقت پر رہے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح اصل لغت قرآنی وحی جبرئیل کے ذریعہ اترا تھا، اسی طرح اور لغات کی توسیع بھی منزل من اللہ ہی تھی۔

حافظ ابنِ حجرؒ بھی بحث کرتے کرتے ایک جگہ لکھ گئے ہیں۔ وتتمۃ ذلک ان یقال ان الا باحۃ المذکورۃ لم یقع بالتشہی ای ان کل أحد یغیر الکلمۃ بمرادفھا فی لغتہ بل المراعی فی ذلک السماع من النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویشیر الی ذلک قول کل من عمر وھشام فی حدیث الباب قرأنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم لکن ثبت عن غیر واحد من الصحابۃ انہ کان یقرأ بالمرادف وان لم یکن مسموعا لہ۔ یعنی توسیع مذکور کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تغیر کلمات ہر شخص کے اپنی خواہش پر موقوف تھی بلکہ یہ ضروری تھا کہ وہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنا گیا ہو، اسی کی طرف عمرؓ و ہشامؓ کے قول اشارہ کر رہے ہیں۔ اقرأنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مجھکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طور پر پڑھایا تھا۔ حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ اشکال ضرور ہوتا ہے کہ بہت سے صحابہؓ ایسے بھی تھے جنھوں نے اس توسیع پر عمل کیا مگر اُس ترمیم شدہ لفظ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع ہونا کوئی ضروری نہیں سمجھا گیا،

میں کہتا ہوں کہ کیا اس اشکال کی وجہ سے یہ مناسب ہے کہ حدیث کی شرح ہی بدل دیجائے یا ان اصحابِ کرام کے لئے کوئی تاویل کرلی جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام میں احادیث پر صحیح عمل کرنے والا سب سے پہلا قافلہ وہ ان ہی مقدس ہستیوں کا تھا اس لئے احادیث کی صحیح شرح وہی ہوگی جو ان حضرات کے عمل سے متعین ہوجائے مگر جس جگہ خود صحابہ کرام کا اختلاف نظر آئے اس جگہ اسی جماعت کی پیروی اولیٰ نظر آتی ہے۔ جس کا عملی دامن ظاہری الفاظ سے بھی وابستہ ہو۔ پھر یہ بھی ایک

سلہ فتح الباری ج ۹ ص ۲۲۔

واقعہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے عمل کی پوری تشریح و تفصیل ہمارے سامنے نہیں آسکی، اس لئے جب تک اس کی وجہ معلوم نہ ہوسکے اسی جماعت کے کسی مشرح و مفصل عمل کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں قصور ہمارا ہے کہ اس بُعدِ زماں کی وجہ سے جب ہم ان کی تفاصیل ہی نہیں پاسکے تو عمل کیسے کریں۔ ہماری قوتِ فکریہ کا میدان اب بھی ان ہی حضرات کا قول و فعل ہے ہاں ہم نے اپنی فہم کے مطابق صرف معیار ترجیح یہ رکھا ہے کہ جو طائفہ اقرب الی الحدیث ہو، شرح حدیث میں اسی کو اپنا مقتدیٰ بنا لیا جائے اور جو قول اپنی قصورِ فہم اور اس کی پوری تفاصیل پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے بعید نظر آئے اُسے ترک کیا جائے صحابہ کرام میں اختلاف کے وقت کیا کرنا چاہیئے یہ ایک مستقل بحث ہے جس کو مشرح دیکھنا ہو وہ اپنے موضع میں دیکھ لے ہمیں تو صرف یہ بتلانا منظور تھا کہ اگر چند صحابہ نے توسیع احرف میں لفظ مرادف کا مسموع ہونا ضروری نہیں سمجھا تو اس بنا پر حدیث نبوی کے ظاہری معنی متروک نہیں ہوسکتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُن صحابہ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کی ان کے ذہن میں کیا شرح تھی یا اپنے عمل کی ان کے نزدیک کیا توجیہ تھی، یہ مراحل سب اُس بعد زمان کی وجہ سے مبہم ہیں۔

(باقی آئندہ)

فلسفۂ عجم

ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کی انگریزی کتاب کا ترجمہ

اس کتاب میں ایرانی تفکر کے منطقی تسلسل کا سراغ لگانے کی کوشش کی گئی ہے اور اسے فلسفۂ جدید کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ تصوف کے موضوع پر نہایت سائنٹفک طریقہ سے بحث کی گئی ہے یہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی بلند پایہ عالمانہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔ قیمت دو روپے

مکتبہ برہان دہلی۔ قرول باغ